سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۶۷

رُوحِ سُلُوکِ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی پاکستان

﴿ ضروری تفصیل ﴾

نامِ وعظ: روحِ سلوک

نام واعظ: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة

تاریخِ وعظ: ۱۲؍شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ مطابق ۴؍جنوری ۱۹۹۶ء بروز جمعرات

وقت: بعد نمازِ فجر ۲/۵۱ بجے

مقام: مدرسہ مفتاح العلوم اوخس (جنوبی افریقہ) کی مسجد میں

موضوع: مقامِ اولیاء صدیقین کا حصول

مرتب: یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)

کمپوزنگ: مفتی محمد عاصم صاحب

اشاعت اوّل: صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق فروری ۲۰۰۹ء

تعداد: ۲۲۰۰

باہتمام: ابراھیم برادران سلمہم الرحمٰن

کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر۲، کراچی

فہرست

عرضِ مرتب

پیشِ نظر وعظ وہ مہتم بالشان بیان ہے جو مرشدی ومولائی شیخ العرب و العجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلالھم و فیوضھم و برکاتھم نے ۱۲؍شعبان المعظم ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۴؍جنوری ۱۹۹۶؁ء بروز جمعرات بعد نمازِ فجر ساڑھے پانچ بجے صبح مدرسہ مفتاح العلوم اوخس جنوبی افریقہ کی مسجد میں بیان فرمایا جس میں حضرت والا نے بندگی کی معراج حق تعالیٰ کے قربِ اعظم یعنی مقامِ اولیاء صدیقین کے حصول کا طریقہ اپنے مخصوص سہل و دلنشین انداز میں بیان فرمایا جس کے ایک ایک لفظ میں محبت کی مے دوآتشہ بھری ہوئی ہے۔ اس کا نام حضرت والا نے روحِ سلوک تجویز فرمایا اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور قیامت تک امتِ مسلمہ کے لیے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔

وعظ کے بعد ایک بشارت بھی نصیب ہوئی۔ وعظ کے بعد ناشتہ کر کے سب لوگ آرام کے لیے لیٹ گئے۔ حضرت والا کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نے خواب دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں حضرت والا دامت برکاتہم صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور مسکرا کر حضرت کو دیکھتے رہتے ہیں پھر فرمایا کہ دیکھو میرے اختر کو دیکھو۔ وعظ کے آخر میں ملفوظات کے بعد خود مولانا کی زبانی یہ خواب مذکور ہے۔

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

خادمِ خاص حضرت والا دامت برکاتھم

۱۸؍صفر المظفر ۱۴۳۰؁ھ مطابق ۱۴؍فروری ۲۰۰۹؁ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روحِ سُلوک

ہدایات برائے مہتممینِ مدارس

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مدارس کا مقصد محض پڑھنا پڑھانا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد حاصل کرنا ہے۔حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

دار العلوم دل کے پگھلنے کا نام ہے
دار العلوم روح کے جلنے کا نام ہے

مہتمم کو چاہیے کہ رات دن دعا کرے کہ ہمارے اساتذہ وطلباء سب سو فیصد اللہ والے بن جائیں۔ ان کو تقویٰ خاص طور سے نظر کی حفاظت سکھایئے۔ان کی نگرانی کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔دارالاقامہ میں رات کو بھی معاینہ کرایئے اور ہر طرح ان کی اخلاقی نگہداشت کا خیال رکھیں۔ بڑے لڑکے چھوٹے لڑکوں سے ربط نہ رکھیں، اساتذہ بے ریش طلباء سے خصوصی تعلق نہ رکھیں مثلاً ''اسپیشلسٹ'' نہ بنیں کہ تم رات کو بھی ہم سے کچھ پڑھا کرو۔ جرائم کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے کہ میں آپ کو خصوصی طور پر کچھ زیادہ مشق کرانا چاہتا ہوں، رات کو مجھ سے پڑھا کرو اور کچھ پیر بھی دبا دیا کرو۔ درس گاہ میں جو پڑھا دیا بس ٹھیک ہے۔کوئی خاص بات ہو تو درس گاہ میں ہی سب کے سامنے بتادے۔خلوت مع الامارد جائز نہیں جیسے کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت جائز

نہیں ایسے ہی امرد کے ساتھ بھی جائز نہیں۔

مجدد ملت حضرت تھانوی کی امارد سے احتیاط

مولانا شبیر علی صاحب نے جو حضرت کے بھتیجے اور خانقاہ کے مہتمم تھے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک امرد طالبِ علم کو کسی کام سے بھیجا۔ حضرت فوراً نیچے اُتر آئے۔ فرمایا کہ مولوی شبیر علی آئندہ سے کسی لڑکے کو جس کے ڈاڑھی مونچھ نہ ہو میرے پاس تنہائی میں مت بھیجا کرو اور اب اس زمانہ میں ڈاڑھی مونچھ کی بھی قید نہیں ہے، قربِ قیامت کا زمانہ ہے، اب چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی اور مونچھ کے باوجود لوگ مبتلا پائے جارہے ہیں، اب سے دوسو سال پہلے علامہ شامی نے اس کا احساس کیا تھا جو اب مزید بڑھتا جارہا ہے، پچاس سال پہلے جو گناہ نہیں تھے اب دیکھو کتنے بڑھتے جارہے ہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ بَعۡضَ الۡفُسَّاقِ یُقَدِّمُ ذَا اللِّحۡیَۃِ الۡقَلِیۡلَۃِ عَلَی الۡاَمۡرَدِ الۡحَسَنِ﴾

یعنی بعض فساق امرد حسین پر تھوڑی ڈاڑھی والے کو ترجیح دیتے ہیں۔ لہٰذا اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ارشادات و احکام کو بھی بھی سنایا جائے اس میں شرم و حیاء نہیں کرنی چاہیے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسے احکام سنانے میں شرم معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہ ایسی شرم کی بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیوں نازل فرمایا۔ شرم تو وہ ہے جو گناہ کرنے سے روک دے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

﴿فَاِنَّ حَقِیۡقَۃَ الۡحَیَاءِ اَنَّ مَوۡلَاکَ لَا یَرَاکَ حَیۡثُ نَھَاکَ﴾

(المرقاۃ، کتابُ الصلوۃ، ج: ۱، ص: ۱۳۵، دار الکتب العلمیۃ)

شرم کی حقیقت یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے گناہ کی حالت میں نہ دیکھے۔

بعض طلباء جب ہمارے یہاں سے بعض دوسرے مدرسوں میں گئے تو کہا کہ یہاں جو تقویٰ کا اہتمام تھا وہ اب ہم کو نہیں ملتا۔

گناہ کے مدارج ومنازل

اور گناہ کے بھی مدارج اور منازل ہیں۔ اگر کسی کو گناہ میں صرف ایک آنہ مزہ آرہا ہے تو وہ بھی زہر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرو کہ اے خدا آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ایک ذرّہ خوشی سے بھی ہم پناہ مانگتے ہیں کیونکہ یہ خوشی خلافِ عبدیت ہے، شرافتِ بندگی کے خلاف ہے کہ جس خدا نے ہم کو پیدا کیا اور پالا اس پالنے والے کی ناخوشی کی راہوں سے ہم خوش ہورہے ہیں، یہ کون سی وِلایت اور اللہ تعالیٰ کی دوستی کا یہ کون سا مقام ہے؟ اس لئے اصل دوستی یہ ہے کہ دل کی ہر وقت نگرانی کیجئے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کی راہوں سے کوئی خوشی تو نہیں آرہی ہے۔ جو دل کی نگرانی کرے گا تو اس کے جسم کی نگرانی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اس شخص سے گناہ نہیں ہوسکتے جو اپنے دل کی نگرانی کرتا ہے کیونکہ قلب بادشاہ ہے اور اعضائے جسم اس کی رعایا اور ماتحت ہیں تو جب قلب گناہ سے محفوظ رہے گا تو جو اس کے ماتحت ہیں وہ اس کے تحت میں رہیں گے اور اسی کا نام تزکیہ ہے کہ قلب وجسم گناہوں کی نجاست سے پاک ہوجائیں۔

تزکیہ کی تعریف

کل میں نے بیان کیا تھا کہ تزکیہ تین چیزوں سے مرکب ہے لَهَا اَجْزَاءُ الثَّلٰثَةِ۔ طَهَارَةُ الْقُلُوْبِ وَ طَهَارَةُ النُّفُوْسِ وَ طَهَارَةُ الْاَبْدَانِ یَعْنِیْ طَهَارَةُ الْقُلُوْبُ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ وَ عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِغَیْرِ اللّٰهِ وَ طَهَارَةُ النُّفُوْسِ عَنِ الْاِخْلَاقِ الرَّذِیْلَةِ وَ طَهَارَةُ الْاَبْدَانِ عَنِ الْاَنْجَاسِ وَالْاَعْمَالِ الْقَبِیْحَةِ یعنی قلب پاک ہوجائے عقائد باطلہ سے اور غیر اللہ سے اور نفس پاک ہوجائے برے اخلاق سے اور بدن پاک ہوجائے نجاستوں سے اور برے اعمال سے۔ اللہ تعالیٰ علامہ آلوسی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے تزکیہ کی

کیا عمدہ تفسیر فرمائی۔

اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طہارت کی حقیقت یہ ہے کہ ہمارا باطن غیر اللہ سے پاک ہوجائے **حَقِیۡقَۃُ الطَّھَارَۃِ طَھَارَۃُ الۡاَسۡرَارِ مِنۡ دَنَسِ الۡاَغۡیَارِ** ۔وضو کے بعد **اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنَ التَّوَّابِیۡنَ وَاجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الۡمُتَطَھِّرِیۡنَ** کی دعا پڑھنے کی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم دی اس میں کیا حکمت ہے؟ مُحدّثِ عظیم ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ اے میری امت کے لوگو! وضو سے اپنا ظاہری بدن تو تم نے دھولیا لیکن اپنا دل تم نہیں دھو سکتے ہو لہٰذا توّابیت مانگ لو، طہارتِ باطنی بھی مانگ لو۔ وضو غسل الاعضاء یعنی اعضاء کے دھونے کا نام ہے۔وضو کے بعد جو دعا سکھائی اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمارا دل بھی دُھل جائے، دل تک اے اللہ آپ ہی کا ہاتھ جاسکتا ہے ہمارا ہاتھ نہیں جاسکتا اور دل کو وَساوِس اور گندے خیالات اور گناہ سے روکنا اللہ کی توفیق پر ہے اس لئے کہ گناہ سے نفسِ امّارہ کو مزہ آتا ہے، نفس امارہ کے خلاف کرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

نفسِ امّارہ کے شرور سے تحفظ کا طریقہ

جن پر حق تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے، وہ نفسِ امارہ کے شر سے محفوظ ہوتے ہیں۔تصوف کے اس مسئلہ کی دلیل کیا ہے؟ یعنی وہ بندہ جس پر حق تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہو اس کو نفس کے شرور سے تحفظ مل جاتا ہے اس کی دلیلِ شرعی کیا ہے؟ نصِ قرآن ہے:

﴿اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌ م بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ﴾

(سورۃ یوسف، آیت:۵۳)

یعنی نفس **کَثِیۡرُ الۡاَمۡرِ بِالسُّوۡٓءِ** ہے۔جو بچھو کی طرح کاٹتا ہے۔لیکن **اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ** اور یہ اِلَّا کا استثنیٰ کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے نفس کو **اَمَّارَۃٌ بِالسُّوۡٓءِ**

پیدا فرمایا ہے۔ پس جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

اور اس رحمت کا سایہ مانگنے کا سرکاری مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرما دیا اور یہ دعا سکھا دی:

﴿اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ وَ لَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِکَ﴾

اے اللہ ہم پر وہ رحمت نازل فرمایئے جس رحمت کا آپ نے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ میں استثناء فرمایا ہے تاکہ نفس کے شر سے ہم بچ جائیں، تب ہی تو گناہوں سے بچیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رحمت کو مانگنے کا دوسرا سرکاری مضمون یہ عطا فرمایا:

﴿یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّهٗ وَ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ﴾

(مجمع الزوائد)

اے حی و قیوم آپ کی رحمت سے فریاد ہے کہ مجھ کو نفس کے حوالے نہ فرمایئے چونکہ نفس کو آپ نے کثیر الامر بالسوء پیدا کیا ہے۔ پس اگر آپ نے ہم کو نفس کے حوالے فرما دیا تو وہ تو برائی کی انتہاء پر لے جائے گا۔ لہٰذا اپنی رحمت عطا فرما دیجئے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ یہ مَا مصدریہ ظرفیہ زمانیہ ہے۔ یہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک کی بلاغت کے ضمن میں ہمارے مفسرین نے کتنی خدمت کی ہے کہ اس مَا کے تینوں مفہوم مصدریہ ظرفیہ زمانیہ کو سامنے رکھ کر علامہ آلوسی ترجمہ کرتے ہیں اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ یعنی میرے رب کی رحمت کے زمانے میں مجھ سے گناہ نہیں ہوسکتا۔ تو فی سے ظرفیہ ہو گیا، وقت سے زمانیہ ہو گیا اور رحم جو ماضی تھا اسے رحمۃ بنا کر مصدریہ کر دیا۔ علامہ آلوسی نے کیا

عمدہ ترجمہ کیا، پہلے دعویٰ کیا کہ یہ ما مصدریہ، ظرفیہ، زمانیہ ہے۔ پھر ترجمہ میں اس کی کیسی پیاری رعایت کی اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّی کہ میرے رب کی رحمت کے وقت نفس کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ نفس بہت زیادہ برائی کا تقاضا کرنے والا ہے۔ مگر اے بندو! اے میرے غلامو! کہو کہ اے رب جب تک آپ کی رحمت کا سایہ رہے گا یہ نفس ظالم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ جملہ آپ لوگ یاد رکھئے، اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔

توبہ واستغفار گناہوں کے زہر کا تریاق ہے

اور میرے ساتھ سفر کا حاصل یہ ہے کہ سب لوگ ارادہ کرلیں کہ ہم حق تعالیٰ کی ناخوشی کی راہوں سے ایک ذرّہ خوشی کو درآمد نہ کریں گے اور اگر کبھی آجائے تو اُگل دیں گے جس طرح زہر کھانے کے بعد قے کردیتے ہیں اسی طرح جب گناہ کا زہر روح میں چلا جائے تو استغفار و توبہ سے اس کو نکال دیں۔ اب بتایئے کیا یہ پرچہ مشکل ہے یا آسان ہوگیا؟ اور یہ کیسے ہوگا؟ دل کی نگرانی کرنے سے کیونکہ دل گودام ہے، یہ حرام خوشیوں کا گودام بھی ہے اور حلال خوشیوں کا بھی یہ گودام ہے۔ عبادت، حج، عمرہ، اہل اللہ کی صحبت سے جو روحانی خوشی آتی ہے اس کا بھی دل مرکز ہے، ہیڈ کوارٹر ہے اور جسمانی سرور ہو کہ روحانی سرور سب حواسِ خمسہ سے ہی آتا ہے۔ جیسے مجھ سے دین کی باتیں آپ سن رہے ہیں تو کانوں کے ذریعہ سے روحانی نور اور روحانی خوشبو آرہی ہے کہ نہیں؟ اور نالائقوں کے لئے مرکزِ خواہشاتِ محرمہ یعنی حرام خوشیوں کا مرکز بھی قلب ہے مثلاً کسی نامحرم عورت کو دیکھ لیا تو یہ مزہ کہاں سے آیا؟ آنکھوں سے آیا مگر جمع کہاں ہوا؟ دل میں۔ تو یہ دل گودام ہے۔ اس لئے اس کو حرام کا بادام نہ دیں۔ یہ جملہ آپ لوگ یاد کرلیجئے اور دعا کیجئے کہ اے خدا آپ کی ناراضگی اور ناخوشی کی راہوں سے ہم اپنے اندر ایک ذرّہ خوشی استیراد درآمد اور امپورٹ کرنے سے

پناہ چاہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ہمارا ایک ذرّہ خوش ہونا ہمارے لئے باعثِ شرم ہے کیونکہ آپ ہم کو پالتے ہیں، رزق دیتے ہیں، اس رزق سے ہم کو طاقت ملی جس کو ہم غلط استعمال کرتے ہیں تو ہمیں شرم آتی ہے، ہمیں بے حیاء، بے غیرت اور کمینہ ہونے سے بچالیجئے کہ ہم کبھی بھی ایک ذرّہ خوشی آپ کو ناخوش کر کے حاصل نہ کریں۔ ہاں جن خوشیوں سے آپ خوش ہوں ہم اس خوشی کو اپنے لئے مبارک سمجھتے ہیں، بلکہ ہم ان خوشیوں کے حریص ہیں کہ جن خوشیوں سے آپ خوش ہوں۔

اصلی پاس انفاس

آہ! دوستو یہ بات جو پیش کر رہا ہوں حاصلِ تصوف ہے یا نہیں؟ بتاؤ یہ تعلیمِ روحِ سلوک ہے یا نہیں؟ روحِ بندگی ہے یا نہیں؟ اگر ہم اپنی ہر سانس کی اس طرح حفاظت کریں کہ ہماری کوئی سانس اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے اعمال میں مصروف نہ ہو، حرام خوشیوں میں مشغول نہ ہونے پائے یہ اصلی پاس انفاس ہے۔ انفاس جمع ہے نَفَس کی اور پاس کے معنیٰ ہیں دیکھ بھال کرنا۔ ہر سانس کی دیکھ بھال کرنا کہ کوئی سانس اللہ کی ناخوشی کی راہ سے لذت نہ اُٹھائے اصلی پاس انفاس یہ ہے ؎

نہ کوئی راہ پاجائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

اولیاء صدیقین کی آخری سرحد کا مقام

دوستو! قدر کرو، جو مقام اختر پیش کر رہا ہے یہ فقیر سالکین کا ادنیٰ خادم جس مقام کی طرف نشاندہی کر رہا ہے یہ اولیاء صدیقین کی آخری سرحد ہے کہ بندہ قلباً و قالباً ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناراض نہ کرے اور ہر سانس اپنے مالک کی خوشیوں پر فدا کرے۔ اگر اس مقام پر ہم لوگ پہنچ گئے تو پھر دیکھئے کہ

قلب کے عالم کا کیا عالم ہوگا۔ جس بندہ کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اپنے اللہ کو ناراض نہ کرے تو اس کے لمحاتِ حیات اور اس کے انفاسِ حیات، اس کے اوقاتِ حیات، اس کے لحظاتِ حیات کے عالم کا کیا پوچھنا کہ سارا عالم اس پر فدا ہوگا۔ کیونکہ اس نے اپنے دل کا عالم اللہ پر فدا کیا ہے اس لئے اللہ سارے عالم کو اس کا تابع دار اور خادم بنا دے گا ؎

جو تو میرا تو سب میرا، فلک میرا، زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری

جس وقت بندہ اللہ کی ناخوشی کی راہ سے ایک ذرّہ اپنے دل کو خوش کرتا ہے آہ! وہ قابلِ رحم ہے، یتیم ہو رہا ہے، اپنے ربّا سے دور ہو رہا ہے۔ بتاؤ! بچہ اگر ابا سے دور ہو جائے تو مثلِ یتیم ہو جاتا ہے یا نہیں؟ یہ شخص اپنے ربّا سے دور ہو رہا ہے اس کی محرومی کی تو انتہا نہیں۔ اللہ کی ناراضگی و ناخوشی میں جو خوشی ہے وہ خوشی نہیں ہے، اس خوشی پر بے شمار لعنتیں اور تلخیاں برستی ہیں۔ اس لئے آپ دیکھ لیجئے ان سے پوچھ لیجئے جن سے جوانی کے نشہ میں کوئی خطا ہو جاتی ہے کہ ان کا وہ زمانہ چین کا ہوتا ہے یا بے چینی کا، خوشی کا ہوتا ہے یا غم کا؟ اگر گناہوں سے چین ملتا تو جتنے رومانٹک والے ہیں یہ سب بڑے آرام سے رہتے مگر میں مسجد میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور میری معلومات الحمدللہ کئی حیثیت سے زیادہ ہیں، ایک تو روحانی معالج کی حیثیت سے دوسرے جسمانی معالج کی حیثیت سے۔ میرے پاس رومانٹک والے بھی آتے ہیں، کہتے ہیں کہ نیند نہیں آتی اگرچہ ویلیم فائیو کھاتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ کیوں دیکھی کسی کی وائف کہ کھانی پڑی ویلیم فائیو اور جگر میں گھس گیا اس کا نائف اور خراب ہو گئے تمہارے کو ائف ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ الخ کی عاشقانہ تفسیر

اور اگر ہماری ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم اللہ کو ناراض نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں وہ ہمیں اپنی آغوشِ رحمت میں ایسا چپکا لیں گے جیسے ماں اپنے بچہ کو چپکا لیتی ہے۔ لہٰذا اس جملہ کو غور سے سنیں اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا کریں کہ اے خدا ہم کو ہمارے قلب و جاں کو اپنی ذاتِ پاک سے اس طرح چپکا لیجئے جیسے ماں اپنے بچے کو چپکا لیتی ہے۔ اور ماں کیسے چپکاتی ہے؟ پہلے تو گود میں لیتی ہے اس کے بعد اُس پر ایک ہاتھ رکھتی ہے پھر دونوں ہاتھ رکھتی ہے پھر ٹھڈی بھی اس کے سر پر رکھ لیتی ہے پھر بالکل دوپٹے سے چھپا لیتی ہے کہ کوئی دیکھے بھی نہیں میرے بچے کو۔ آہ! اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب و جاں کو اس طرح چپکا لیتے ہیں، پھر ان کی لذتِ حیات کا کیا کہنا! کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ان کے دل کو اللہ اپنی محبت کا کیا رس پلا رہے ہیں، کیا شربت پلا رہے ہیں۔ آخرت میں جو جنت ملے گی وہ تو بڑی نعمت ہے ہی لیکن ایک جنت ان کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں عطا فرماتے ہیں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَان کی عاشقانہ تفسیر ہے کہ جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى وَ جَنَّةٌ فِي الْعُقْبٰى بِلِقَاءِ الْمَوْلٰى۔

دنیا میں اپنی ذاتِ پاک سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو حضوری ان کے قلب و روح کو حاصل ہے وہ دنیا کی جنت ہے کہ ان کے قلب و روح کو اللہ تعالیٰ اپنی ذاتِ پاک سے چپکائے ہوئے ہیں جیسے ابھی میں نے بتایا کہ جس بچہ کو ماں اپنے سینہ سے چپکا لیتی ہے اس کی لذت و سکون کا کیا کہنا۔ پس ان اولیاء کی لذتِ حیات کا کیا پوچھنا جن کو اللہ تعالیٰ اپنی آغوشِ رحمت میں چپکائے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو اسی لذتِ حیات کی دعوت دیتا ہوں، اپنے تمام ساتھیوں کو جو

کہ ہمیشہ اختر کے ساتھ رہتے ہیں یا کبھی کبھی ساتھ رہتے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کے اسی قربِ اعظم اور اولیاء صدیقین کے اعلیٰ مقام کی طرف نشاندہی کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اختر کو اور اس کے تمام دوستوں کو یہ مقام بدونِ استحقاق محض اپنے کرم سے نصیب فرمائے۔

گناہ کے کام نہ کرنے کا انعام

اور اس مقام کو حاصل کرنے میں کچھ محنت بھی نہیں بس کچھ کام نہ کرو اور یہ مقام حاصل کرلو یعنی گناہ کے کام نہ کرو۔ بتاؤ گناہ کرنے میں محنت زیادہ ہے یا نہ کرنے میں؟ بھئی گناہ کرنے میں تو کوئی حرکت کرنی پڑے گی اور حرکت بھی ناشائستہ۔ مگر گناہ نہ کرنے میں کوئی محنت نہیں۔ نہ دیکھو، نظر نیچی کرلو بتاؤ اس میں کون سی محنت کرنی پڑی۔ ہمارے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسے کریم مالک ہیں جو کام نہ کرا کے مزدوری دیتے ہیں، گناہ کے کام نہ کرو اور مزدوری لے لو۔

بتاؤ! دنیا میں کوئی ایسا مِل مالک ہے جو اپنے مزدور سے کہے کہ کام نہ کرو اور مزدوری لے لو۔ اور پھر کام نہ کرنے میں بھی اور آسانیاں پیدا فرمادیں۔ دیکھنے کو آنکھیں دیں تو ساتھ ہی پلکوں کا پردہ دے دیا کہ جب کوئی نامحرم سامنے آئے تو یہ آٹومیٹک پردہ ڈال لو اور کانوں میں کوئی ڈھکن نہیں لگایا کیونکہ وہاں ضرورت نہ تھی، کسی حسین کی آواز ہر وقت کان میں نہیں آسکتی لیکن آنکھوں کے سامنے حسین ہر وقت آسکتے ہیں اس لئے آنکھوں میں پلکوں کا پردہ لگادیا کہ اگر میں تم کو حکم دے رہا ہوں کہ نظر نیچی کرو تو نظر نیچی کرنے کا میں نے تم کو سامان بھی تو دیا ہے کہ پلک بند کرلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام سچا مذہب ہے کہ ہمیں جو حکم دیتا ہے اس کے آلات بھی عطا فرماتا ہے۔ سجدہ کا حکم دیا تو سر بھی عطا فرمایا، رکوع کے لیے کمر ایسی بنائی کہ جھک جائے، مسجد جانے کے لیے

پیر عطا فرمائے، غضِ بصر کا حکم دیا تو آسانی کے لیے پلکوں کا پردہ بھی لگا دیا۔

دنیا کی اصل کمائی

لہٰذا جس نے اللہ تعالیٰ کی نہ مانی اور ظالم خوب کما تا رہا، کروڑوں رین کما لئے، بزنس خوب چمک گئی لیکن آپ اس سے کیا وصول کریں گے؟ پیٹ بھر کھائیں گے اور جسم بھر کپڑا پہنیں گے لیکن موت آ گئی تو سب ختم، سب مال دوستوں کے لیے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ایک دن موت آ جائے گی اور گناہوں کے دروازے سب بند ہو جائیں گے، پھر کہاں جاؤ گے۔ اپنا ایک عجیب شعر یاد آ گیا ؂

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر
یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے زحل مشتری اور مریخ لے کر

بعضے نادان، بے وقوف سالکوں کے دل میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ جب دیکھو ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ نظر بچاؤ۔ ہم کو مصیبت میں ڈالنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ بتائیے بھائی میں مصیبت میں آپ لوگوں کو ڈالنا چاہتا ہوں؟ میں تو آپ کو گناہوں کی مصیبت سے نکال کر حق تعالیٰ کے قربِ اعلیٰ کے اُس مقام پر پہنچنے اور پہنچانے کی فکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور آپ کو بھی اُس مقام پر پہنچا دے جو اولیاء صدیقین کی آخری سرحد ہے، جو وِلایت کی انتہا ہے۔ میرا حوصلہ دیکھو جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ ہے کہ میں معمولی ولایت کے لیے نہ اپنے لئے قانع ہوں نہ آپ لوگوں کے لیے قناعت چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں وِلایت کی جو آخری سرحد ہے، دنیا میں اللہ والوں کی آخری سرحد ہے، یعنی اولیاء صدیقین کی جو منتہیٰ ہے وہاں تک پہنچنے کی کوشش ہم کیوں نہ کریں۔ اب نہ کریں گے تو کیا پھر مرنے کے بعد کریں گے؟

میں تو کہتا ہوں کہ یہ زندگی بہت بڑی نعمت اللہ نے دی ہے کہ اس

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی دوستی کا سب سے اعلیٰ مقام منتہاء صدیقین کی ولایت حاصل کر کے پھر واپس جاؤ اور ابَدُ الآباد تک آرام سے رہو۔ دنیا کے پردیس میں اللہ نے ہمیں کمانے کے لیے بھیجا ہے۔کون سی نعمت کمانے کے لیے؟ یہی اولیاء صدیقین کی منتہیٰ تک پہنچنے کی کوشش۔ یہ کمائی اصلی کمائی ہے۔اور یہ جو دنیا کی کمائی ہے، روٹی، کپڑا، مکان یہ مقاصدِ حیات نہیں ہیں، وسائلِ حیات ہیں۔ سن لو اس کو! اللہ تعالیٰ نے حقائق کو اختر پر کس طرح منکشف فرمایا۔ یہ کوفتہ، کباب، بریانی اور ہری مرچ جو میر صاحب کو مرغوب ہے اور برف کا ٹھنڈا پانی اگر میر صاحب کو نہ ملے تو انہیں متلی چھوٹنے لگے تو ٹھنڈا پانی پینا مذاقِ الاولیاء ہے، میر صاحب مذاقِ اولیاء پر قائم ہیں، برف کا پانی ان کے لیے اکسیر ہے۔ حدیثِ شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں ٹھنڈا پانی دور سے منگواتے تھے، آپ کے لئے صحابہ تلاش کر کے اس کنوئیں سے پانی لاتے تھے جو خوب ٹھنڈا ہوتا تھا۔ حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میاں اشرف علی جب پانی پیو ٹھنڈا پیو تا کہ بال بال سے شکر نکلے۔

وسائلِ حیات اور مقاصدِ حیات کیا ہیں؟

لیکن جو بات میں کہہ رہا ہوں غور سے سنو! یہ سب مراغبِ ماکولات اور مراغبِ مشروبات وسائلِ حیات ہیں مقاصدِ حیات نہیں لہٰذا میں ان حضرات سے جو وسائلِ حیات میں اعلیٰ مقام چاہتے ہیں، اعلیٰ قیام چاہتے ہیں، اعلیٰ طعام چاہتے ہیں مگر ربُّ الانام کے ساتھ قربِ تام کی فکر نہیں رکھتے ان سے پوچھتا ہوں کہ مقصدِ حیات کیا ہے؟ مقصدِ حیات تو وِلایتِ عُلیاء ہے جہاں پر وِلایت ختم ہو جائے اُس مقام پر پہنچنا زندگی کا مقصد ہے۔ یہ مقامِ وِلایت کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے بنایا ہے؟ نہیں! ہم انسانوں ہی کے لیے بنایا ہے۔ لہٰذا وسائلِ حیات میں اعلیٰ قیام، اعلیٰ مقام، اعلیٰ طعام سب چیزیں اعلیٰ

ہوں بے شک کوئی حرج نہیں، لیکن ربُّ الانام کے ساتھ بھی اعلیٰ مقام حاصل کرو۔ عقل سے سوچو کہ ہماری زندگی کی وہ سانس جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حرام لذت کو درآمد کرتی ہے بتاؤ وہ سانس کیسی ہے؟ مومن کی وہ گھڑی سب سے منحوس ہوتی ہے جس گھڑی میں وہ عورت کو دیکھتا ہے۔ V.C.R دیکھتا ہے، سینما فلمیں دیکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی راہوں سے حرام خوشی کو درآمد کرتا ہے۔ یہ حکیم الامت کا جملہ ہے کہ مومن کے لیے سب سے منحوس گھڑی وہ ہے کہ جس میں وہ نافرمانی سے حرام خوشی کو درآمد کرتا ہے۔ اور جس گھڑی میں وہ اللہ پر فدا ہوتا ہے ارے اس کی حیات کا کیا پوچھنا؟ اس سے مبارک کوئی گھڑی نہیں، اس وقت فرشتے اس پر رشک کرتے ہیں۔

یہ چند باتیں میں نے عرض کردیں بس میرا ایک جملہ میرے لئے اور آپ لوگوں کے لیے کافی ہے۔ لیکن بشرطِ عمل، نسخہ بشرطِ عمل ہوتا ہے۔ میں لاکھ بادام کا حلوہ پیش کردوں لیکن کوئی اسے کھائے نہیں تو کیا فائدہ۔ بس یہ ایک ہی جملہ کافی ہے اور وہ کیا ہے؟ کہ اے خدا! آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ایک ذرّہ خوشی سے ہم پناہ چاہتے ہیں، زیادہ نہیں ایک ذرّہ! زیادہ خوشی تو حرام کاری ہوگی۔ ایک ذرّہ ہم آپ کو ناخوش کرکے خوش ہونا نہیں چاہتے۔ آپ کو ایک ذرّہ ناخوش کرکے اپنے اندر خوشی درآمد کرنے سے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ بس جس بات سے آپ خوش ہوں اسی پر ہماری زندگی فدا کردیجئے، توفیق و ہمت دے دیجئے اور جس بات سے آپ ناخوش ہوں، اپنی ناخوشی کی راہوں سے ہم کو اپنی حفاظت میں لے لیں۔ بس! اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی ایک مضمون آپ کو دے رہا ہوں۔ جو کام اللہ تعالیٰ اختر سے لے رہے ہیں روئے زمین پر سفر کرو مگر یہ جملہ شاید ہی کہیں سنو کہ اے اللہ! میری ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناخوش نہ کریں اور آپ کی ناخوشی کی راہوں سے

خوش نہ ہوں۔ اپنے مالک کو ناخوش کر کے خوش ہونا یہ کوئی خوشی ہے؟ لعنتی خوشی ہے، غیر شریفانہ خوشی ہے، کمینہ پن کی خوشی ہے، بے حیائی کی خوشی ہے۔ بتاؤ شرافت اس کا نام ہے؟ اس کا نام شرافت نہیں ہے یہ شر اور آفت ہے۔

تقویٰ بھی سنت کے مطابق ہونا چاہیے

بتاؤ! اس وقت کی یہ تقریر کیسی رہی؟ بتاؤ یہ میں اللہ والوں کی غلامی کا انعام دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس وقت ایسے مضامین بیان کرا رہے ہیں ۔

میں اُن کا نہ ہوتا تو یہ ملتا مجھے انعام

سارے عالم کے اولیاء صدیقین اگر بیٹھے ہوں تو ان کو بھی میری تقریر سے وجد آجائے گا کہ واقعی اس سے زیادہ کیا بندگی اور اطاعت ہوسکتی ہے کہ بندہ کی ہر سانس اللہ تعالیٰ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناخوش نہ کرے، یہ اولیاء صدیقین کا آخری مقام ہے، جس کے آگے بس نبوت ہے جس کا دروازہ بند ہے جو اس مقام تک پہنچ گیا وہ منتہائے ولایت تک پہنچ گیا۔ اس میں دعوۃ الحق بھی شامل ہے، اسی میں تمام امتثالِ اوامر موجود ہے اسی میں اجتنابِ نواہی موجود ہے، اسی میں اتباعِ سنت موجود ہے کہ ہر سانس اللہ کو خوش کریں تو سنت کے مطابق کریں اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی سے بچیں تو سنت کے مطابق بچیں۔ اپنے دل پر غم اٹھا کر ہم اللہ کے لئے خوش ہوں یہ بھی سنت کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناخوش کر کے کسی وقت ہم اپنا دل خوش نہ کریں یہ بھی سنت کے مطابق ہے اور اللہ کی ناخوشی سے بھی سنت کے مطابق بچیں ورنہ ہم گناہوں سے غیر سنت کے مطابق بھی بچ سکتے ہیں لیکن اس پر کوئی ثواب نہ ہوگا۔ کیسے؟ بدنظری سے بچنے کے لیے آنکھ ہی نکلوا دی آپریشن کر کے، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، اڈّہ ہی ختم کردیا کہ یہ نالائق نافرمانی کرتی ہیں تو یہ تقویٰ سنت کے مطابق نہیں اس لیے اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے ورنہ آپ آنکھ نکلوا کے کہیں میں تو آنکھ

نکلوا کر آپ کے شعر پر عمل کر رہا ہوں کہ نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھولہذا نہ کالی کو دیکھتا ہوں نہ گوری کو دیکھتا ہوں۔ یا کوئی شخص کسی کے عشق میں مبتلا ہو جائے کہ ہر وقت اس کی یاد ستا رہی ہو۔ لہذا اس نے کہا کہ میں غیر اللہ کے چکر میں پھنسا ہوا ہوں اس سے بہتر ہے کہ خود کشی کرلوں، یا اس معشوق کو قتل کر دیا کہ نہ تم رہے نہ ہم رہے۔ بتائیے یہ عمل سنت کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ پس چونکہ سنت کے خلاف ہے اس لیے مقبول نہیں مردود ہے۔

کلمہ کے معنیٰ ہیں غیر اللہ سے دل کو چھڑانا اور اللہ سے دل کو چپکانا۔ غیر اللہ سے دل چھڑانا یہ لا الٰہ ہے اور اللہ سے دل کو چپکانا یہ الا اللہ ہے لیکن یہ چھڑانا اور چپکانا کیسے ہوگا؟ محمد رسول اللہ، غیر اللہ سے دل کا چھڑانا بھی سنت کے مطابق ہو اور اللہ سے دل کو چپکانا بھی سنت کے مطابق ہو یعنی رسالت کے احکام کے مطابق ہر کام کرنا۔ اس راستہ سے دل غیر اللہ سے چھڑاؤ جو راستہ نبی نے سکھایا اور اسی راستہ سے اللہ سے چپکو جو راستہ نبی نے بتایا۔ یعنی ہماری ہر سانس اللہ پر فدا ہو سنت کے مطابق اور ہماری ہر سانس کو اللہ کی ناراضگی سے تحفظ حاصل ہو سنت کے مطابق۔ آہ! کلمہ کی ایسی تفسیر سنی تھی آپ نے؟ کہ ہماری زندگی کے دو ہی کام ہیں (۱) ہر سانس غیر اللہ سے جان چھڑانا اور (۲) ہر سانس جان کو اللہ سے چپکانا۔ مگر یہ چھڑانا اور چپکانا دونوں تابع فرامین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یہی اصل پاس انفاس ہے۔ پاس انفاس یہ نہیں ہے کہ ہر سانس میں الا اللہ کی ضربیں مار رہا ہے مگر کہیں بدنظری کر رہا ہے، کہیں گانا سن رہا ہے، کہیں حرام نمک چکھ رہا ہے۔ یہ ہرگز پاس انفاس نہیں۔ اصلی پاس انفاس یہ ہے کہ ہر سانس اللہ پر فدا کر رہا ہے اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہیں کرتا۔ بتاؤ کیا بندگی کی عظیم الشان معراج پر یہ تقریر نہیں ہے کہ بندہ اپنی بندگی اس مقام تک لے جائے جہاں بندگی اور ولایت کی انتہا ہے جس کے آگے ولایت کا کوئی

مقام نہیں؟ اس سے اعلیٰ کوئی مقام ہوتو ہمیں بتاؤ۔ جتنے بھی دین کے شعبے ہیں سب کا آخری مقام اولیاء صدیقین کا یہی مقام ہے یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رَضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ کہ دونوں جہاں اللہ پر فدا کردے۔

جنت سے بڑھ کے مزہ کا حصول

مولانا حسن صاحب! اس وقت آپ کی مسجد میں جو یہ مضمون ہوا ہے کہ اس زور وشور کے ساتھ اس سفر میں پہلی مرتبہ بیان کیا۔ میر صاحب بتاؤ یہ مضمون کیسا لگا؟ میر صاحب ہمارے رفیق سفر والحضر اور قدرداں ہیں۔ یہ خوب سمجھتے ہیں میری بات کو۔ بس اگر یہ مقام ہم نے حاصل کرلیا تو قلب میں وہ انعامات پائیں گے کہ دنیا ہی میں جنت کا مزہ پاجائیں گے بلکہ جنت سے بڑھ کے مزہ پائیں گے کیونکہ جنت مخلوق ہے، حادِث ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہیں واجب الوجود ہیں پس جنت اللہ کی برابری کیسے کرسکتی ہے؎

مانا کہ میر گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لئے ہوئے

اختر جو بات پیش کررہا ہے اس پر عمل کرلیں تو سچ کہتا ہوں کہ ہم اور آپ جینے کا مزہ پاجائیں گے۔ ان ظالموں نے جینے کا کوئی مزہ نہیں پایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کی راہوں سے چوری چھپے حرام خوشیوں کی عادت ڈالی ہوئی ہے، وہ حیات کی لذت سے کبھی آشنا نہیں ہوسکتے، خالقِ حیات کو ناراض کرکے لذتِ حیات سے آشنا ہونا چاہتے ہو؟؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کا جس پر نزول ہو، جس کی حیات مظہرِ حیاتِ معیشۃ ضنکا ہو وہ کیا جانے حیاتِ طیبہ کو اور جس کی حیات حیاتِ طیبہ سے وابستہ ہو کیا پوچھتے ہو اس کی زندگی کو۔

میر صاحب! کیا کریں اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ مولانا رومی کا وہ شعر پیش کر کے اب میں ختم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

بوئے آں دلبر چوں پراں می شود
ایں زباں ہا جملہ حیراں می شود

جتنی زبانیں عالم میں ہیں اللہ تعالیٰ کی لذتِ غیر محدود کو بیان کرنے سے حیران اور قاصر ہیں۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے، علم کے ساتھ عمل کی توفیق بھی ضروری ہے۔ علوم و معارف کی بارش ہو مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت بھی ساتھ ہو تب کام بنتا ہے:

﴿وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا﴾
(سورۃ النُّور، آیت: ۲۱)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ فضل و رحمت نصیب فرما دیں۔ یا کریم یا اللہ آپ نے اپنے اس فضل و رحمت کو ہمارے تزکیہ کا موقوف علیہ بیان فرمایا ہے۔ اے اللہ آپ نے قرآنِ پاک کی اس آیت وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ الخ میں جس رحمت اور جس فضل کو ہم سب کے تزکیہ کا قیامت تک کے لیے موقوف علیہ ارشاد فرمایا اس رحمت کو اور اس فضل کو اپنی رحمت و فضل ہی سے عطا فرما دیجئے کہ ہمارا استحقاق نہیں ہے، ہم نالائق ہیں، اس فضل و رحمت کو اے خدا اپنے فضل و رحمت ہی سے عطا فرما دیجئے کہ ہم سب مسافر ہیں اور اے اللہ آپ مسافر کی دعا کو رد نہیں فرماتے۔

اختر کو، میری ذُرِّیات کو، میرے جملہ احباب حاضرین و غائبین کو، میں اپنے غائب دوستوں کو بھی یاد رکھتا ہوں کہ میرے حاضرین احباب کو اور غائبین احباب کو اپنی رحمت سے اولیاء صدیقین کی منتہیٰ تک پہنچا دیجئے یعنی ایسا ایمان و یقین عطا فرما دیجئے کہ ہماری ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی

ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ جو مانگا اللہ نے قبول فرمایا اور جو دعا قبول نہیں ہوئی اس میں میرا دردِ دل نہیں تھا۔ جو دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمانا چاہتے ہیں اسی کی توفیق دیتے ہیں، یہ بات میں خاص بتارہا ہوں۔ جب ان کو قبول کرنا ہوتا ہے تب ہی توفیق بھی مانگنے کی دیتے ہیں ورنہ تو خیال بھی نہیں جاتا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ مانگو۔ اے خدا! ہم سب کو اولیاء صدیقین کی منتہیٰ تک پہنچادے اور ہماری زندگی کی ہر سانس کو اپنی ذاتِ پاک پر فدا کرنے کی توفیق دے اور ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں استعمال کرنے سے اپنا تحفظ عقلاً، شرعاً، طبعاً، تکمیلاً نصیب فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ یہ مقام اختر کو بھی اور آپ سب کو نصیب فرمائے اور آپ سب کو ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور مجھ کو، میرے مشائخ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اور یہ تمام عمل سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی صدقۂ جاریہ بنائے کیونکہ امت کے نیک اعمال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بلند ہوتا ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں گے اور ہمارا کام بن جائے گا۔

ہمارے مدارس اور مساجد اور خانقاہوں کو اور دینی خدمتوں کو اللہ قبول فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک کو اس کا ثواب عطا فرمادے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو ہم سب سے خوش فرمادے اور ہم کو ہمارے ماں باپ، اساتذہ و مشائخ کے لئے بھی اس کو صدقۂ جاریہ بنا۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ملفوظات

وعظ کے بعد حضرت مرشدی دامت برکاتہم مع احباب مولانا غلام حسن صاحب کے مکان پر تشریف لائے جہاں مولانا نے ناشتہ کا انتظام کیا تھا۔ حضرت والا نے حسبِ عادتِ شریفہ ناشتہ کے دوران ملفوظات ارشاد فرمائے

جن میں سے بعض یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔(مرتب)

مقصدِ زندگی

ارشاد فرمایا کہ شیخ وہ ہے جو ہر وقت اللہ پر فدا رہے، رفقاءِ شیخ کو بھی اللہ پاک یہی مقام عطا فرمائے۔اِس لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں کہ ہماری حیات مِن وعَن ہر سانس، ہر نَفَس مالک پر فدا رہے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پر فداکاری کے لئے دنیا میں بھیجا ہے کیونکہ وہاں اسبابِ فداکاری نہیں تھے، سر نہیں تھا کہ سجدہ کرتے، پیٹ نہیں تھا کہ روزہ رکھتے، پیر نہیں تھے کہ طواف کرتے، زبان نہیں تھی کہ ذکر کرتے، دل نہیں تھا کہ ہر وقت قلب میں ان کو یاد رکھتے اور ان کی نافرمانی سے دل کو بچاتے۔ دل کو گناہوں کی لذت سے تحفظ کی فکر کرنا آسان نہیں ہے۔شیطان کہتا ہے ارے ملا! ارے صوفی! اب آئندہ تو تو گناہ نہیں کرے گا مگر کم از کم پچھلے گناہوں کو یاد کر کے ان کا مزہ تو لوٹ لے اور گاڑی کو ریورس (Reverse) کر لے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دل میں گناہوں کے خیالات پکانے کو بھی حرام قرار دیا ہے **يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ** لیکن دیکھا آپ نے کہ شیطان کس طرح گاڑی ریورس کراتا ہے۔

لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ الخ پڑھنے کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ جب بندہ **لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ** پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو سن لو! میرے بندے جو **لاحول** پڑھ رہے ہیں یہ سب کے سب فرماں بردار ہو گئے۔حدیث کی عبارت ہے **اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ** اس کی شرح کیا ہے؟ **اَسْلَمَ عَبْدِیْ اَیْ عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَ تَرَکَ الْعِنَادَ** یعنی میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا اور نافرمانی چھوڑ دی لہٰذا جب **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ** پڑھو تو یہ مراقبہ کرو کہ اللہ تعالیٰ

فرشتوں سے میرے لیے فرمارہے ہیں کہ اے فرشتو سن لو! میرا یہ بندہ فرماں بردار ہوگیا۔ عَبۡدِیۡ اِنۡقَادَ وَ تَرَکَ الۡعِنَادَ اوروَاسۡتَسۡلَمَ کا کیا مطلب ہے؟ اَیۡ فَوَّضَ عَبۡدِیۡ اُمُوۡرَ الۡکَائِنَاتِ بِاَسۡرِهَا اِلَی اللہِ عَزَّوَجَلَّ میرے بندے نے اپنی کائنات کی تمام ضروریات کو میرے سپرد کردیا۔ تو لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کا ایک عظیم انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ذکر فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ مالکِ کائنات ہم غلاموں کو وہاں یاد فرمائیں کیا کرم ہے اُن کا! اس لئے جب لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ پڑھو تو اس میں یہ مراقبہ بھی کرلیا کرو تاکہ ہمارا دل خوش ہوجائے کہ زمین والوں کا ذکر عرشِ اعظم پر ملائکہ مقربین اور ارواحِ انبیاء ومرسلین کے سامنے ہورہا ہے عِنۡدَ الۡمَلٰئِکَۃِ الۡمُقَرَّبِیۡنَ وَعِنۡدَ اَرۡوَاحِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ۔

کھانے کے بعد کی دعا کی عجیب شرح

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں مجرمین کے لیے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿كُلُوۡا وَتَمَتَّعُوۡا قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ﴾

(سورۃ المرسلات، آیت: ۴۶)

اس لیے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو مجرموں کے کھانے سے الگ فرمایا اور ہمیں یہ دعا سکھائی کہ جب تم کھانا کھاؤ تو یہ دعا پڑھ لیا کرو:

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسۡلِمِیۡنَ﴾

(سنن الترمذی، باب ما یقول اذا فرغ من الطعام، ج: ۲، ص: ۱۸۴)

اے اللہ! تیرا احسان ہے کہ ہم مسلمین ہوکر کھا رہے ہیں۔ کھا پی تو کافر بھی رہے ہیں لیکن ان کا کھانا مجرمانہ ہے، اس دعا میں اس کا شکر ہے کہ ہمارا کھانا مسلمانہ ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ مسلمین کے کیا معنیٰ ہیں تو مشکوٰۃ شریف کی شرح پیش کردو اَیۡ مِنَ الۡمُوَحِّدِیۡنَ وَ الۡمُنۡقَادِیۡنَ فِیۡ جَمِیۡعِ اَمۡرِ الدِّیۡنِ بظاہر تو یہ

جملۂ خبریہ ہے مگر معنیٰ میں جملۂ انشائیہ ہے کہ توحیدِ کامل اور تمام اُمورِ شریعت میں پابندی کرنے کے بعد تم کو کھانا کھانا چاہیئے ورنہ تمہارا کھانا غیر شریفانہ کھانا ہوگا۔ اور اگر نالائق ہو تو مستغفرین بن کر کھاؤ، اگر منقادین نہیں ہو تو کم از کم تائبین و مستغفرین تو بنو۔

قربِ عبادت اور قربِ ندامت

ارشاد فرمایا کہ بعض نعمت بعضوں کے لیے خاص ہے۔ عبادت مشترک ہے ملائکہ میں اور ہم لوگوں میں، وہ بھی عبادت کرتے ہیں اور ہم بھی عبادت کرتے ہیں مگر استغفار و توبہ اور ندامت کا لطف ہمارے ساتھ خاص ہے، فرشتے استغفار اور توبہ و ندامت نہیں جانتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان سے خطا نہیں ہوتی، تو توبہ کرنے میں اور معافی مانگنے میں جو مزہ انسانوں کو ملتا ہے وہ فرشتوں کو نہیں ملتا کیونکہ وہ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ہیں یعنی ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کے خلاف نہیں کرتے اور ہم اس کے خلاف خطا کر جاتے ہیں پھر ندامت طاری ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے پالنے والے سے کیا نالائقی کی۔ پس توبہ میں اور استغفار میں اتنا مزہ آتا ہے کہ جب بندہ گڑگڑا کر کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے معاف کر دیجیے، میں بہت ہی نالائق ہوں کہ آپ کا کھا کر آپ ہی کے خلاف طاقت استعمال کرتا ہوں اور پھر بھی آپ میری روٹی بند نہیں فرماتے، آپ کی دی ہوئی روٹی سے جو خون بنا اور خون سے جو طاقت پیدا ہوئی اُس کو آپ کی نافرمانی اور گناہ میں استعمال کرتا ہوں اور آپ کے کرم کی انتہا ہے کہ پھر بھی آپ روٹی دیتے ہیں۔ اگر ہمارا کوئی دنیاوی دوست ہو اور ہماری روٹی کھا کر الیکشن میں ہمارے خلاف چلے تو ہم پہلا کام یہ کریں گے کہ اس کی روٹی بند کر دیں گے کہ اس نالائق کو روٹی مت دو تاکہ مخالفت کی طاقت ہی نہ رہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے گنہگاروں کی روٹی بند نہیں فرماتے۔ توبہ اور استغفار کا دروازہ اللہ

نے نہ رکھا ہوتا تو شاید ہی کسی انسان کا سوائے انبیاء علیہم السلام کے جنت میں جانا آسان ہوتا۔ اس لئے استغفار اور توبہ بہت بڑی نعمت ہے اور اس کی لذت عبادت سے زیادہ ہے۔ عبادت میں عجب و کبر ہوسکتا ہے، عبادت تو شیطان نے بھی بہت کی تھی مگر ندامت سے محروم رہا، عبادت میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہے مگر ندامت میں ہمارے ساتھ شریک نہیں اس لیے ندامت ہمیں شیطان سے ممتاز کرتی ہے اور باوفا قرار دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اپنی رحمت سے ندامت اور استغفار و توبہ کی دولت بھی نصیب فرمائی جو ہمارے ساتھ خاص ہے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ توبہ اور معافی مانگنے کی لذت تمام عبادتوں سے اَلَذ ہے اور اللہ کو محبوب ہے، حدیثِ پاک ہے:

﴿لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج: ۳۰)

اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ﴾

(سورۃُ البقرۃ، آیت: ۲۲۲)

معلوم ہوا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے توبہ اور معافی کا مزہ عطا فرمایا۔ تو جس وقت بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اور معافی مانگتا ہے اور گڑگڑاتا ہے کہ مالک مجھے معاف کردیجئے تو اس کا مزہ وہی جانتا ہے جیسے کوئی بچہ باپ کی نافرمانی کر کے نادم ہوجائے اور ابا کے پیر پکڑ کر رونے لگے کہ ابا مجھے معاف کردیجئے تو ابا مارے خوشی کے اس کو لپٹا لیتا ہے تو اس کا مزہ وہی جانتا ہے، یہ ہے لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ اس لئے اللہ تعالیٰ نے معافی مانگنے کی بہت بڑی نعمت دی ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء کے بعد سجدہ میں جو سر رکھا تو فجر کی اذان تک یہ شعر پڑھتے رہے ؎

اے خدا ایں بندہ را رُسوا مکُن
گر بدم من سِرِّ من پیدا مکُن

اے خدا! امداد اللہ کو رُسوا نہ کرنا، اگرچہ میں گنہگار ہوں لیکن میرے گناہوں کو ظاہر نہ کرنا، میری رسوائی کو مخلوق پر ظاہر نہ کرنا۔

گر بدم من سِرِّ من پیدا مکُن

فارسی میں پیدا کے معنیٰ ظاہر کرنے کے ہیں لہٰذا توبہ اور معافی مانگنے کی لذت عبادت کی لذت سے الگ ہے جو اللہ نے فرشتوں کو بھی نہیں دی، شیطان بھی اس سے محروم رہے، یہ صرف انسانوں کو عطا فرمائی۔ شیطان نے جو اللہ تعالیٰ سے کہا تھا اَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ مجھ کو مہلت دے دیجئے تاکہ قیامت تک میں آپ کے بندوں کو بہکاتا رہوں تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ کاش یہ ظالم اَنۡظِرۡنِیۡ کے بجائے اُنۡظُرۡ اِلَیَّ کہہ دیتا کہ اے اللہ مجھ پر مہربانی کی ایک نظر ڈال دیجئے تو اس ظالم کا بیڑا پار ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ توفیقِ توبہ علامتِ مقبولیت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ تَابَ عَلَیۡهِمۡ لِیَتُوۡبُوۡا﴾
(سورۃُ التوبة، آیة:۱۱۸)

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی لِیَتُوۡبُوۡا تاکہ وہ توبہ کرلیں، معلوم ہوا زمین پر توفیقِ توبہ آسمان سے آتی ہے، لہٰذا جس کو توفیقِ توبہ ہوتی ہے سمجھو اُسے اللہ کی رحمت و مہربانی کا مال مل گیا۔ وہ مہربانی، عنایت و رحمت کا مظہر اور مورد ہوتا ہے، تو اللہ جس بندہ پر مہربانی کرتا ہے پھر وہ بندہ کیا کرتا ہے؟ وہ لِیَتُوۡبُوۡا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں لَا تَقۡرَبُوۡا رہو تو لَا تَفۡعَلُوۡا رہو گے اور تَقۡرَبُوۡا رہو گے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی ایک دن قربانی ہو جائے

گی۔ اس لیے اپنے نفس پر کبھی اعتماد مت کرو۔ کسی نامحرم لڑکی کو مت پڑھاؤ چاہے قرآن شریف پڑھانا ہو۔ ایسے ہی اگر کسی لڑکے میں نمک اور کشش ہے تو اس کو بھی مت پڑھاؤ، پیٹ پر پتھر باندھ لو، فاقہ کرلو، سبزی بیچ لو، اللہ کے راستہ کی یہ ذلت آپ کی عزت کا سبب ہوگی۔ جن کو عشق بازی کا شدید مرض ہو وہ طلبہ کو پڑھانے کی نوکری نہ کریں۔ یہ خاص بات بتاتا ہوں۔ ایک تو وسوسہ ہے، ایک یہ ہے کہ وہ وسوسہ پر عمل کرلیتا ہے اور گناہ کا مرتکب ہوجاتا ہے تو ایسے کو جائز نہیں کہ وہ مُدَرِّسی کا کام کرے، پھر وہ کیا کام کرے؟ وہ مؤذنی کا کام کرے، امامت کرلے، مُبلّغی کرلے، واعِظ بن جائے۔ ورنہ کومبی (سوزوکی) لے کر مال سپلائی کرلے، کنبہ پالنے کے لیے کومبی کافی ہے، تجربہ کی بات بتارہا ہوں۔

بس مقصود یہ ہے کہ ہماری کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی ناخوشی میں استعمال نہ ہو اور ہر سانس اللہ پاک پر فدا ہو اور اگر کبھی لغزش ہوجائے تو اس کی تلافی توبہ و استغفار سے کرو، آنکھوں نے اگر حرام مزہ چکھ لیا تو اتنا روؤ کہ نفس بھی یاد کرے کہ دیکھو اس نے تو ہمیں اتنا رُلایا کہ جتنا مزہ لیا تھا اس سے زیادہ سزا دے دی، چھ رکعات توبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خوب روؤ اور نفس پر ناشتہ کی پابندی لگادو، ایک آدھ وقت کا فاقہ کرو تاکہ نفس ڈر جائے کہ بھئی بڑا جلاّ د ملاّ ہے، دیکھو تو آج کھانا بھی نہیں دے رہا، دن بھر روزہ رکھوادیا۔

جسمانی ناشتہ تو ہوگیا، اب روحانی ناشتہ یہ ہے کہ جس کا ناشتہ کھایا ہے اس کے خلاف نہ کرو اور اگر خطا ہوجائے تو خطاءِ بندگی پر استغفار و توبہ عطاءِ خواجگی کا سبب بن جاتا ہے۔ خطاءِ بندگی پر استغفار و توبہ اور ندامت کے آنسو عطاءِ خواجگی کا ذریعہ ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو اور قریب کرلیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ندامت زیادہ پسند ہے کیونکہ مالک کے پاس عبادت کرنے والے تو

بہت ہیں، فرشتے ہر وقت عبادت کرتے ہیں، وہاں عبادت کی کوئی کمی ہی نہیں لہٰذا ہماری عبادت سے زیادہ اللہ کو ہماری ندامت پسند ہے۔ لہٰذا ایسی توبہ کرو کہ جگر کا خون اس میں شامل ہو۔

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ میری مناجات میں میرا خونِ جگر شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دردِ دل سے معافی مانگو۔ آپ خود سوچیے آپ کا کوئی بچہ ہے اور مسکرا کر کہہ رہا ہے کہ ابا معاف کردو، مسکرا بھی رہا ہے اور منہ ٹیڑھا کر کے سگریٹ کا کش بھی لگا رہا ہے۔ تو آپ کو اچھا لگے گا؟ لیکن اگر وہ پیر پکڑ کر رونا شروع کردے اور ٹوپی اُتار کے زمین پر رکھ دے کہ ابا جتنے چاہے جوتے مارلو تو آپ خوش ہوجائیں گے۔ بس اللہ تعالیٰ سے معافی لینے کے لیے رونے والوں کی شکل بنالو۔

بشارتِ منامیہ

ناشتہ کے بعد سب لوگ استراحت کے لیے لیٹ گئے۔ دس بجے کے قریب جب سب بیدار ہوگئے تو حضرت والا نے سب کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اوَحس کے اس مدرسہ میں آج مولانا عبدالحمید صاحب کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اس مقام پر زیارت ہونا اس مدرسہ کی قبولیت کی علامت ہے۔ اور جیسے تین حضرات صحابہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی خوش خبری ملی تھی تو انہوں نے اپنا کرتا اُتار کر خوش خبری لانے والے کو دے دیا تھا۔ تو مولانا عبدالحمید صاحب کے خواب کے ذریعہ ملنے والی خوشخبری پر میں نے اپنا کرتا ان کو عطا کر کے سنتِ صحابہ ادا کی اور یہ کرتا میرے اور کرتوں میں حسین وجمیل تھا جو مولانا کی کالی داڑھی پر ماشاء اللہ زیادہ اچھا لگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ان کے لیے مبارک فرمائے۔

مولانا عبدالحمید صاحب کا خواب سنانے سے پہلے ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے مرشد شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ بے چینی سے کروٹ بدل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ اتنا بے چین کیوں ہیں؟ تو فرمایا کہ مجھ پر سورۂ انفال کا نزول ہورہا ہے۔ میں اُس وقت ہدایۃ النحو پڑھ رہا تھا، اُس وقت مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ کوئی سورۂ انفال بھی ہے۔ یہ اس خواب کے صادق ہونے کی دلیل ہے، تخیلات میں پہلے سے کوئی علم ہو تو اس کا تخیل ہوسکتا ہے مگر میں جانتا ہی نہیں تھا کہ یہ بھی کوئی سورۃ ہے کیونکہ میں حافظ نہیں تھا تو میں نے بعد میں حضرت سے پوچھا کہ حضرت سورۂ انفال کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ سورۃ ہے جس میں فتح کا تذکرہ ہے اور مالِ غنیمت کا تذکرہ ہے۔

اس زمانہ میں ہمارے سرائے میر مدرسہ میں مولانا شبیر علی عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کا عظیم الشان جلسہ ہوا، تاریخ میں ایسا جلسہ کبھی نہیں ہوا تھا، لوگ تلواریں چمکا رہے تھے اور نعرے لگا رہے تھے، لے کے رہیں گے پاکستان بٹ کے رہے گا ہندوستان تو حضرت نے اس خواب کو سنتے ہی فرمایا کہ پاکستان بن جائے گا ان شاء اللہ اور پھر مجھ سے فرمایا کہ فوراً اپنے تمام پیر بھائیوں کو بلاؤ۔ جب سب آگئے تو فرمایا کہ اب اپنا خواب ان حضرات کو سناؤ۔ اس لیے آج میں نے بھی اپنے تمام دوستوں اور مولانا کے پیر بھائیوں کو بلوایا ہے۔

اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اور **لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ** کی تفسیر ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ دنیا میں بشارت کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی اپنے لئے یا اُس کے احباب اس کے لیے اچھا خواب دیکھیں یعنی یا خود دیکھے یا اُس کے احباب دیکھیں تو یہ **لَهُمُ الْبُشْرٰى** کی تفسیر ہے۔ پس اس وقت مولانا غلام حسن کے مدرسہ اوخس میں اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالحمید کے ذریعہ عظیم الشان بشارت عطا فرمائی، ہم اس کے شکر گذار ہیں،

اس کے اہل نہیں ہیں، مالک کریم ہے وہ نا اہلوں پر بھی مہربانی کرنے والا ہے۔ کریم کی شان ہی یہی ہے کہ جو کسی نعمت کا مستحق نہ ہو وہ اس کو بھی محروم نہ فرمائے، اس کو کریم کہتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دلیل قرآنِ پاک کی اس آیت سے پیش کی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ﴾

(سورۃُ التوبۃ، آیۃ: ۱۱۱)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دل اور روح اچھا سودا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اچھے سودے کا تذکرہ نہیں کیا اور جو خراب چیز تھی یعنی نفس اُس کی خریداری کا ذکر قرآن پاک میں نازل فرمایا، نفس خراب چیز ہے، امارہ بالسوء ہے، اللہ تعالیٰ نے امارہ بالسوء کو خریدا جو کثیر الامر ہے، خطا کار ہے، نالائق ہے، خطاؤں کا تعلق نفس سے ہے جبکہ مؤمن کا دل اور مؤمن کی روح بہت شاندار ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کا گھٹیا اور خراب مال خریدا ہے بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ لَاعَیْبَ فِیْھَا بعوض جنت کے جس میں کوئی نقص، کوئی عیب نہیں ہے یعنی جو چیز میں خرید رہا ہوں وہ عیب دار ہے مگر میرا ثمن جس کے بدلے میں خرید رہا ہوں اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے کہ عیب دار سودا خرید رہے ہیں اس ثمن کے عوض میں، اس جنت کے بدلے میں جس میں کوئی عیب نہیں وہاں کوئی کالی، لنگڑی، لولی نہیں نہ وہاں کسی قسم کا کوئی غم، کوئی پریشانی ہے، وہاں عیب ہے ہی نہیں، وہاں گنہگار بھی جائیں گے تو وہ بھی بے عیب کردیئے جائیں گے یعنی ان کو گناہ کا وسوسہ بھی نہ آئے گا۔ غِلْمَانٌ لَّھُمْ کَاَنَّھُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ وہاں غلمان ہوں گے جو بچے ہوں گے اور ہمیشہ بچے رہیں گے اور ایسے ہوں گے جیسے چمکتے ہوئے موتی مگر کسی کو ان کے متعلق وسوسہ بھی نہیں آئے گا، ایسے

ہی حوریں ہیں کہ کسی کی حور دوسرے کے سامنے آجائے تو معاصی تو درکنار معاصی کا خیال بھی نہیں آئے گا۔

تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ ایسی جنت جو لَا عَیْبَ فِیْھَا ہے عیب داروں کو عطا فرما رہے ہیں، کریم وہی ہے جو نالائقوں پر بھی مہربانی کرے، بندہ کے اندر کوئی کمال نہیں ہے مگر اُس کریم کا کمال ہے کہ بے کمالوں پر بھی مہربانی کرے، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔

اب مولانا عبدالحمید صاحب کی زبان سے ان کا خواب سنیے۔ مولانا عبدالحمید صاحب (ساؤتھ افریقہ) نے مندرجہ ذیل خواب سنایا:

ابھی ناشتہ کرنے کے بعد ہم لیٹے تو بیچ میں آنکھ کھلی پھر آنکھ لگ گئی تو دیکھا کہ حضرت مدظلہم کے ساتھ ہم مدینہ منورہ میں ہیں، تقریباً آٹھ بجے صبح ہم سب حضرت مدظلہم کے ساتھ مسجد نبوی گئے۔ حضرت والا کی مجلس کی جگہ مسجدِ نبوی کے بالکل درمیان میں ہے، حضرت مدظلہم روضۂ مبارک پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہوئے، مواجہہ شریف اور قدمین شریف کے بیچ کے کونہ پر حضرت مدظلہم تشریف فرما ہوئے اور صلوٰۃ وسلام اور درد و نالہ اور آہ وفغاں شروع کیا، حضرت کافی دیر وہاں رہے۔ پھر مسجدِ نبوی کے بالکل درمیان میں حضرت والا کی مجلس کی جو جگہ ہے وہاں ہم چند ساتھی بیٹھے ہیں، میں وہاں خواب ہی میں سو گیا۔ اور پھر اس خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت والا بہت خوشی اور وجد کے عالم میں صلوٰۃ وسلام عرض فرما رہے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ دیکھو میرے اختر کو۔ پھر حضرت والا بارہ ایک بجے وہاں مجلس کے لیے تشریف لے آئے اور بہت مختصر مجلس ہوئی۔ پھر ہم سب دوست احباب مکہ شریف روانہ ہوئے تو حضرت والا کے لئے ایک خاص گاڑی لائی گئی جو کومسی

سے کچھ بڑی اور بس سے کچھ چھوٹی تھی اور بہت آرام دہ تھی، اس میں حضرت والا بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور خدام پاؤں دبا رہے تھے اور میں اور مولانا یونس پٹیل صاحب پاؤں کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر کچھ احباب کہنے لگے کہ حضرت کا کیسٹ اب سعودیہ میں بکنے لگا ہے اور مارکیٹ میں آگیا ہے تو مجھے تعجب ہوا۔ میں کچھ سمجھا نہیں تھا۔ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو میری کیسٹ اب یہاں بھی بکنے لگی ہے۔ میں نے مولانا یونس صاحب سے پوچھا یہ کون سی کیسٹ ہے؟ انہوں نے چپکے سے بتایا کہ ویسے تو حضرت کی کئی کیسٹیں آ چکیں مگر یہ خاص مضمون تھا جو بہت ہی نمایاں تھا۔ مولانا یونس صاحب نے بتایا یہ بیان جو حضرت کا ہوا ''روح البیان'' کی طرف اشارہ ہے۔ (یہ سن کر حضرت والا نے فرمایا کہ آج فجر کے بعد جو بیان ہوا اللہ تعالیٰ کا کرم ہی معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔) تو اس کا تأثر جو ہوا وہ یہ تھا کہ اب تصوف ممالکِ عربیہ میں مقبول ہے اور حضرت اس کا ذریعہ ہیں، اس کے فاتح ہیں۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ الْمِنَّۃُ حضرت والا مدظلہم نے فرمایا کہ سب لوگ کہو اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ تین مرتبہ فرمایا اور فرمایا سب درود شریف پڑھو۔ یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

ماشاء اللہ مولانا عبدالحمید اور مولانا یونس پٹیل سے فی الحال سلسلہ کا کام بھی زیادہ ہو رہا ہے یعنی ان کے بھی مرید ہونے شروع ہوگئے اور ان کے بھی، میرے دل میں یہ بات رہتی ہے کہ جنوبی افریقہ میں ان دو عالموں کے ذریعہ میرا کام زیادہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے سارے ہی احباب سے کام لے لے۔ میں چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ اختر کو، میرے سارے احباب کو بلا استثناء اپنے درِ محبت کے لیے قبول فرمالے۔ سارے عالم میں ہر انسان اللہ پر فدا ہو جائے۔ اس کی کوشش کی جائے کہ ایک انسان بھی ایسا نہ ہو جو اللہ پر فدا

نہ ہو۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا کام قبول کرنا ہے اور ہمارے ارادے کو مراد تک پہنچانا ہے۔ ہمارا کام اچھے ارادے کرنا ہے، ہمارے ارادے کو مراد تک پہنچانا مالک کا کام ہے۔

میری جو خواہش ہے کہ ہم سب اور میری اولاد و احباب ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کریں، بتاؤ میرا یہ جذبہ اور میری یہ خواہش اچھی ہے یا نہیں؟ دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری زندگی کی ایک سانس بھی ایسی نہ گذرے جس میں آپ کی ناخوشی کی راہ سے ایک ذرّہ خوشی ہم قلب میں استیراد، درآمد اور امپورٹ کریں، جس سے مالک ناخوش ہو ایسی باتوں سے، ایسے الفاظ سے، ایسے اعمال سے، ایسی حرکات سے، ایسے سکنات سے، ایسے لمحات سے، ایسے اوقات سے، ایسے لحظات سے اللہ تعالیٰ ہم کو محفوظ فرمائے اور جو باتیں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی ہیں میری اور میری اولاد کی، میرے احباب کی زندگی اللہ تعالیٰ کی انہی خوشیوں پر فدا ہو جائے اور اس کی ناخوشی کی راہوں سے بچنے کی منفی یاد بھی ہم کو نصیب ہو جائے کیونکہ یاد کامل جب ہوتی ہے کہ اپنے مالک کو ہم خوش کرلیں اور ان کی ناخوشی سے اپنے کو بچالیں۔ اگر خوشی والے اعمال ہم کرتے ہیں اور گناہوں سے نہیں بچتے تو ہم ذکرِ مثبت کرتے ہیں لیکن اگر ہمارا ذکرِ منفی کمزور ہے تو نیک عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق تو ادا ہوگا، مگر گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوگا۔ نیک عمل اور عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے اور گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا حق ہے۔ بتاؤ اللہ تعالیٰ کی خوشی کا کیا ذریعہ ہے؟ خالی محبت کا حق ادا کرتے رہو؟ حج، عمرہ، ملتزم پر چمٹنا، روضۂ مبارک پر صلوٰۃ و سلام پیش کرنا، تسبیح پڑھنا مگر نافرمانی سے نہ بچنا؟ محبت کا بھی حق ادا کرو، عظمت کا بھی حق ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا جو حق ادا نہیں کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق نصیب نہیں ہوسکتا

گو رائیگاں وہ بھی نہیں۔

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

یہ مطلب نہیں کہ کوئی نالہ، کوئی فریاد رائیگاں جائے گی، ثواب تو سب پر ملے گا بس ایک نالہ ایسا ہو جائے جو مالک کو قبول ہو جائے، اگر زندگی میں ایک حرکت یا سکوت، فعل یا قول قبول ہو جائے تو اللہ کے یہاں جو مقبول ہوتا ہے تو بِجَمِیعِ اَجْزَاءِہٖ مقبول ہوتا ہے، ایسا نہیں کہ وقتی طور پر مقبول ہو گیا پھر نا مقبول ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال و اخلاق کی مقبولیت اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، جس کو اپنا بناتے ہیں اس کو بِجَمِیعِ قُلُوْبِہٖ وَقَوَالِبِہٖ وَ بِجَمِیعِ اَقْوَالِہٖ وَ اَعْمَالِہٖ وَ اَخْلَاقِہٖ اپنا مقبول بناتے ہیں، اگر وہ گناہ کرنا بھی چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ فرماتے ہیں جیسے چھوٹا بچہ گندی نالی میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو ماں اس کے ایک ہلکا سا تھپڑ لگاتی ہے اور کھینچ کر نالی سے دور کر دیتی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم سب کی دودھ پیتے بچہ کی طرح گناہوں سے حفاظت فرمائے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ وَاقِیَةً الخ کی شرح کی عجیب تمثیل

حدیث شریف کی دعا ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ وَاقِیَةً کَوَاقِیَةِ الْوَلِیْدِ﴾

(مجمعُ الزوائد)

اگر بچہ نادانی سے کوئی مضر اور نامناسب کام کرنا چاہتا ہے تو ماں پہلا کام یہ کرتی ہے کہ اس کو اس کام سے بچا لیتی ہے۔ اسی طرح اے اللہ! اگر ہم کوئی نامناسب فعل کرنے کی جرأت کریں تو ہمیں اپنی رحمت سے کھینچ کر بچا لے اور اگر بچہ کوئی غلط چیز زہر وغیرہ کھا لے تو ماں اپنی انگلی اس کے منہ میں ڈال کر قے کرا دیتی ہے۔ اسی طرح اگر بندہ سے گناہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی

رحمت کا ہاتھ ہمارے گناہوں کو قے کراتا ہے بذریعہ اشکِ ندامت و آہ وزاری اور اشکباری پھر اس کے بعد اپنی یاری کو بحال کر دیتا ہے۔ اور اگر زہریلا مادّہ بچہ کے جسم میں آگے بڑھ گیا ہے جہاں تک ماں کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تو ڈاکٹر سے کہتی ہے کہ اس کو دوا دے دیجیے اور قے کرا دیجیے، ماں کی انگلی تو صرف حلق تک جاسکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تو ہر جگہ پہنچا ہوا ہے، وہ مالک تو ایسے ہیں کہ جسم کے ذرّہ ذرّہ پر قادر ہیں۔ پس جو بندہ گناہوں کے زہر کا عادی ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو روحانی ڈاکٹر یعنی مشائخ کے پاس جانے کی توفیق عطا فرماتے ہیں تاکہ اس بندہ کے گناہوں کی ظلمات کے پہاڑ اس اللہ والے کے صدقہ میں اور اس کی برکت سے، اُجالے سے، انوار سے بدل جائیں۔

آج صبح کا جو بیان تھا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے نہایت خوش ہو گئے ہوں گے۔ جیسے کسی کے دس بچے ہیں، کچھ لائق ہیں کچھ نالائق ہیں، ایک بچہ سب کو لائق بنانے کی فکر کرتا ہے اور سب کو سمجھاتا ہے کہ دیکھو بھائیو! ابا کو ناخوش کرنا اچھا نہیں ہے، تم سب ابا کا کام تو کرتے ہو مگر ان کی ناخوشی سے نہیں بچتے۔ دیکھو! ابا جس بات سے خوش ہوں وہی عمل کیا کرو اور جس بات سے ناخوش ہوں اے میرے بھائیو کتنا بھی مزہ آئے اس کام پر لعنت بھیجو، اپنے باپ اور پالنے والے کو ناراض نہ کرو تو ابا ایسے بچے سے خوش ہوں گے یا نہیں؟ امید ہے کہ اختر کی اس تقریر سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو جائیں گے کہ میرا یہ بندہ میری خوشیوں کے اعمال پر بھی تقریر کر رہا ہے اور میری ناخوشی سے بچنے کی بھی ترغیب دے رہا ہے۔ امید ہے کہ ربا ایسے بندہ سے خوش ہو جائیں گے جو ایک سانس بھی اپنے اللہ کو ناراض نہ کرنے کی تعلیم دے رہا ہو اور سب کو ہر سانس اللہ پر فدا کرنے کے لیے کوشش کر رہا ہو۔

بعض وقت شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ ہم تو بہت ہی نالائق ہیں

ہمارے اوپر اللہ کی رحمت اور فضل کی کیا صورت ہوگی؟ شیطان حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آفتاب برحد شہامی زند
لطفِ عام تو نمی جوید سند

اے خدا! آپ کا آفتاب اور سورج جو دنیا کے آسمان پر چمک رہا ہے یہ جنگل میں گائے اور بھینس کے گوبر پر اور لید اور نجس گندگی پر اثر ڈالتا ہے، اپنی شعاعیں نہیں ہٹاتا کہ تم جیسے خبیث اور لید اور پائخانہ اور گوبر پر میں اپنی پاک شعاعیں کیوں ڈالوں؟ تو اے اللہ! آپ کی رحمت کے آفتاب کا کیا ٹھکانہ ہے۔اے آفتابِ کرم اگر آپ اپنی ایک شعاع ہم نالائقوں پر ڈال دیں تو ہماری نجاستیں پاکی سے اور ہمارے اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے بدل جائیں گے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁❁❁

منکشف راہِ تسلیم جس پر ہوئی
اس کا غم رازدارِ مسرت ہوا
راہِ تسلیم میں جس نے سر دے دیا
اس کا سر تاجدارِ محبت ہوا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم